نابغۃ العصر

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری

حضرت شیخ امام العصر مولانا سید انور شاہ الکشمیری نور اللہ مرقدہ (المتوفی:۱۳۵۲ھ) نہ صرف علومِ دینیہ حدیث وتفسیر، فقہ واصول فقہ اور عقائد اور علوم آلیہ، صرف ونحو، معانی، ادب اور منطق کے بحرِ ذخار اور ناپید اکنار سمندر تھے، بلکہ فلسفہ قدیم وجدید، تصوف، علوم الاسرار والحکم، علم الاقتصاد، تاریخ وجغرافیہ اور علوم عصریہ میں بھی نابغۂ روزگار تھے۔ بلکہ ہر علم وفن میں وسیع وعمیق مطالعہ اور ہمہ گیر معلومات کی وجہ سے مستقل رائے اور مجتہدانہ شان کے مالک تھے اور ہر علم وفن کے دقائق اور لاینحل مشکلات پر ایسا عبور رکھتے تھے کہ ہمعصر علماء محققین ومحدثین جس علم وفن کے بھی لاینحل مشکلات دریافت کرتے، ابھی دریافت کنندہ پوری طرح اپنا اشکال پیش بھی نہ کرپاتا تھا کہ آپ فرماتے ''جی ہاں...... یہ اشکال ہے اور اس کا یہ حل ہے۔'' یا کتابت کی غلطی ہے، صحیح عبارت یہ ہے اس پر کوئی اشکال نہیں۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ہر علم وفن کی مشکلات کو پہلے ہی حل کرچکے ہیں، اس لئے مبالغہ کے ادنیٰ شائبہ کے بغیر آپ امام العصر تھے اور بقول امیرِ شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ صحابہ کا قافلہ جارہا تھا، آپ پیچھے رہ گئے۔ جن حضرات کو حضرت شیخ نور اللہ تعالیٰ مرقدہ سے تلمذ حاصل نہیں یا انہوں نے حضرت شیخ کو قریب سے نہیں دیکھا وہ امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو شاعرانہ مبالغہ سمجھنے میں معذور ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے **نفحۃ العنبر فی حیاۃ الشیخ الانور**۔

اسی وسعتِ علمی وعلوم وفنون کی ہمہ گیر معلومات اور مشکلات پر عبور اور دقت پسندی کا نتیجہ تھا کہ تحریر وتقریر میں انتہاء درجہ ایجاز بلکہ اغلاق ہوتا تھا۔ ثبوت کے لئے دیکھئے موصوف کے رسائل ''**فصل الخطاب فی قرأۃ فاتحۃ الکتاب**''، ''**نیل الفرقدین فی رفع الیدین**'' اور ''**کشف الستر عن صلوٰۃ الوتر**'' وغیرہ

رسائل جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے جزء الفاتحہ خلف الامام اور جزء رفع الیدین کے طرز پر حنفیہ کی حمایت و دفاع کی غرض سے تصنیف فرمائے تھے‘ اسی لئے نہ صرف طلبہ بلکہ عام علماء بھی ان رسائل کو پڑھتے اور کچھ پلے نہ پڑتا اور چیستان کے طور پر اساتذہ واکابر سے پوچھتے پھرتے۔ وہ بھی اس الغاز کو دیکھ کر حیران رہ جاتے۔ آخر ان میں سے جن کو حضرت شیخ سے براہ راست استفادہ کا موقعہ ہاتھ آجاتا وہ سمجھ پاتا۔ یہ صورتِ حال صرف حدیث اور مسائلِ اختلافیہ سے متعلق رسائل وتصنیفات ہی میں نہیں ہے‘ فلسفہ وکلام میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا منظوم قصیدہ **الضرب الخاتم علی حدوث العالم** اور نثر میں اس کی شرح **المرقات الطارم لحدوث العالم** دیکھئے۔ تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں فارسی رسالہ **خاتم النبیین** دیکھئے‘ تفسیر قرآن عظیم کے سلسلہ میں مشکلات القرآن دیکھئے‘ ملاحدہ وزنادقہ کی تکفیر کے سلسلہ میں اکفار الملحدین دیکھئے‘ غرض جو تحریر بھی امام العصر کے قلم سے نکلی وہ ایک پہیلی تھی‘ جسے بوجھنے والا خود آپ کے سوا اور کوئی نظر نہ آتا تھا۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیات میں تو یہ ممکن بھی تھا کہ کوئی حضرت شیخ کا مقرب ہمت کرکے دریافت کرلے لیکن حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان الغوزہ صفت تصانیف کے حل ہونے کی عالمِ اسباب میں کوئی سبیل نظر نہ آتی تھی‘ بظاہر یہی نظر آتا تھا کہ یہ حقائق ودقائق آپ کے ساتھ ہی دفن ہوجائیں گے‘ لیکن اللہ جل شانہ نے محض اپنے فضل وکرم سے امام العصر نور اللہ تعالیٰ مرقدہ کے علوم کے بقاء و تحفظ اور تسہیل وتفہیم کے لئے آپ کے تلمیذِ رشید‘ نابغۃ العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف البنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پیدا فرمادیا۔

معرفت وسلوک ہو یا تعلیم وتعلم، دونوں صورتوں میں کسی شیخ یا استاذ سے اخذ واستفادہ کے دو طریقے ہوتے ہیں۔ ایک طریقہ تو یہی جو عام طور پر رائج اور متداول ہے کہ شیخ کے بتلائے ہوئے مجاہدات واوراد وریاضتوں پر عمل کرتا ہے یا استاذ سے کتابیں پڑھے‘ اس کی تقریروں کو ذہن نشین اور یاد کرلے۔ اس طریقہ میں پیر یا استاذ کی معیت کا زمانہ جس قدر دراز ہوگا اسی قدر اخذ واستفادہ زیادہ ہوگا۔ محدثین کی اصطلاح میں اسی طویل معیت کو طویل ملازمت ومصاحبت کہتے ہیں۔ اور صحت حدیث میں ”ضبط واتقان“ کے بعد اس کا دوسرا مرتبہ ہے، ظاہر ہے کہ اخذ واستفادہ کے اس طریقہ میں مدار صرف جسمانی افعال واعمال یعنی پڑھنے پڑھانے، یاد کرنے‘ کرانے یا اعمال واشغال جاری رکھنے پر ہوتا ہے۔ اس لئے جس قدر اس کا زمانہ دراز ہوگا‘ اسی قدر معلومات ومسموعات یا معمولات کا ذخیرہ زیادہ ہوگا۔

اخذ واستفادہ کا دوسرا طریقہ شیخ یا استاذ سے قلبی عقیدت اور روحانی محبت اور اسی عقیدت ومحبت کی بنیاد پر مبنی روحانی اتحاد ہوتا ہے‘ اگر یہ محبت طرفین سے ہو یعنی جیسی محبت شیخ سے تلمیذ کو یا پیر سے مرید کو ہے ویسی ہی محبت

شیخ کو تلمیذ سے یا پیر کو مرید سے ہو تو یہ محبت جس قدر قوی ہوگی اسی قدر روحانی اتحاد قوی ہوگا۔ اس محبت کے اسباب میں سے اہم ترین سبب خدمتِ شیخ ہے، مگر وہی عاشقانہ اور والہانہ خدمت جس میں سراسر لذت وسرور ہی سرور ہو، تعب اور گرانی کا نام تک نہ ہو۔ یہ خدمت وہ قوی تر موثر ہے جو اگر مخدوم کے دل میں محبت نہ بھی ہو تب بھی مخدوم کو محبت کرنے پر مجبور کر دیتا ہے، یہی والہانہ محبت اور عاشقانہ خدمت روحانی اتحاد کے لئے یا روحانی انصباغ کے مرتبہ پر پہنچ کر آخذ یعنی تلمیذ میں ایک ایسی قوت پیدا کر دیتا ہے کہ اس کے سوچنے، سمجھنے، مشکلات کو حل کرنے کا انداز اور عقدہ کشائی کے طریقے شیخ کے ہم رنگ ہو جاتے ہیں، پھر اس کی ضرورت نہیں رہتی کہ شیخ سے کتابیں پڑھی ہوں یا شیخ کی زبان سے تقریریں سنی ہوں، چنانچہ تلمیذ بغیر شیخ کی ظاہری وساطت کے وہی کچھ سوچتا، سمجھتا اور کہتا ہے جو شیخ نے دوسروں کو فرمایا یا بتلایا ہوتا ہے۔ اگرچہ تلمیذ نے براہ راست شیخ سے وہ نہ پڑھا ہو، نہ سنا ہو۔

اخذ واستفادہ کا یہ طریقہ انتہائی قوی اور سریع الحصول ہوتا ہے، نہ کسی خاص کتاب یا کتابوں کے شیخ سے پڑھنے کی، یا کسی تحقیق کو شیخ کی زبان سے سننے کی ضرورت باقی رہتی ہے، نہ ہی کسی مخصوص مدت اور وقت کی، برسوں کا کام مہینوں میں اور مہینوں کا کام ہفتوں میں، اور ہفتوں کا کام دنوں میں ہو جاتا ہے، گویا تلمیذ شیخ کی زبان یا ترجمان بن جاتا ہے۔

اخذ واستفادہ کے اس طریقہ میں طالب کی فطری ذہانت وذکاوت، اخاذ طبیعت، دقیقہ شناسی، نکتہ رسی، سرعت فہم اور حافظہ کی قوت، بے حد معین اور اتحادِ روحانی یا انصباغِ روحانی کے لئے بے حد مددگار ہوتی ہے، گویا یہ فطری خوبیاں اور صلاحیتیں سونے پر سہاگہ کا کام کرتی ہیں اور روحانی اتحاد منتہائے کمال پر پہنچ جاتا ہے۔ بقول شاعر:

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تاکس نہ گوید بعد ازاں من دیگرم تو دیگری

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو ظاہری اور متداول اسباب کے لحاظ سے ہمیشہ اس کا افسوس اور شکوہ رہا کہ میں باضابطہ ابتدائی تعلیم سے محروم رہا۔ اساتذہ کے اجتماع میں فرمایا کرتے تھے کہ میری تعلیم (کمیت کے لحاظ سے) تم سب سے کم ہے۔ (اوکما قال)

اس خصوصی اشاعت کے بیشتر سوانح نگاروں نے اس ابتدائی تعلیم کی ابتری پر روشنی ڈالی ہے کہ کیف ماتفق کوئی کتاب کسی استاذ کے پاس جا کر پڑھ لی، اور کوئی کتاب کسی کے پاس، کسی بھی درس گاہ میں یا ایک استاذ کے پاس ابتداء سے انتہاء تک باضابطہ ترتیب وار درسی تعلیم کا موقع نہ ملا، نہ ہی تعلیم کے زمانے میں ایسا سکون و اطمینان نصیب ہوا کہ خود آپ اپنی تعلیم کی تکمیل کر پاتے، حتیٰ کہ دورۂ حدیث کے زمانہ میں اپنے شیخ، نور اللہ مرقدہ سے بھی چند ابواب ترمذی کے اور چند ابواب بخاری کے پڑھے۔

بہرحال ظاہری اعتبار سے آپ ایک خودرو پودہ تھے' جو اپنی فطری صلاحیتوں کے تحت پروان چڑھ رہا تھا اور نشوونما پا رہا تھا' لیکن فی الحقیقت دستِ قدرت خود اس روشن مستقبل کے لئے آپ کو تیار کر رہا تھا' جس کے لئے آپ کو پیدا کیا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم وفضل سے فطری ذہانت وذکاوت اور خرق عادت کے مرتبہ میں اخاذ طبیعت' علوم وفنون اور دقائق وحقائق کے سمجھنے اور پرکھنے کی استعداد واہلیت گہرائیوں میں اتر جانے والی' دقیق وعمیق نظر' اور غضب کے حافظہ سے سرفراز فرمایا تھا۔ بالفاظ دیگر امام العصر نور اللہ تعالیٰ مرقدہ کے دقیق وعمیق علوم ومعارف کے اخذ کے لئے آپ کو تیار کیا تھا، ذیل کے واقعات ان وہبی کمالات پر روشنی ڈالتے ہیں۔

عربیت کا فطری ذوق

۱:......اوائل عمر میں والد بزرگوار کے ہمراہ ایک نجی مقصد حاصل کرنے کی غرض سے کابل جاتے ہیں' چند ماہ قیام ہوتا ہے' حکومت کابل کے کسی وزیر سے ملاقات ہوتی ہے' وہ وزیر آپ کے غیر معمولی عربی زبان کے ذوق کو دیکھ کر جدید عربی ادب کی چند کتابیں آپ کو دے دیتے ہیں' انہی کتابوں کے مطالعہ سے بغیر کسی استاذ سے ادب پڑھے پڑھائے، اور بغیر کسی کی رہنمائی کے عربیت کے خداداد ذوق کی بناء پر عربی تحریر وانشاء کی بنیاد قائم ہوتی ہے' وطن واپس آتے ہیں' عزیز بھائی کی وفات پر عربی میں مرثیہ لکھتے ہیں' احباب سے عربی میں خط وکتابت شروع کر دیتے ہیں' ان کو عربی میں جواب دینا دشوار ہو جاتا ہے۔

۲:......والد بزرگوار کے اصرار بلکہ حکم پر محض بغرضِ تعمیلِ حکم پنجاب یونیورسٹی کے امتحان مولوی فاضل کا پورکورس جو اشارات، بیضاوی، ہدایہ اخیرین، متنبی، حماسہ جیسی چوٹی کی ان درسی کتابوں پر مشتمل تھا، جو آپ نے باقاعدہ کہیں نہیں پڑھی تھیں' بلکہ مولوی عبدالرحمن صاحب پشاور متعلم اورنٹیل کالج سے مستعار کتابیں لے کر صرف مہینہ ڈیڑھ مہینہ کی قلیل مدت میں محض ذاتی مطالعہ سے پورے کورس کی تیاری کر لیتے ہیں اور اعلیٰ نمبروں سے امتحان میں پاس ہوتے ہیں اور کامیابی کے بعد سند والد صاحب کے سامنے پارہ پارہ کرکے جلا دیتے ہیں کہ میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کر دی، باقی مجھے اس حقیر سند کی ضرورت نہیں۔

۳:......اسی عربیت کے وہبی ذوق کی بنیاد پر اپنے محبوب شیخ نور اللہ تعالیٰ مرقدہ کو ایک عربی مکتوب کے ذریعے اپنی بے پایاں عقیدت، والہانہ محبت کا اظہار کرتے ہیں' حضرت شیخ مکتوب پڑھ کر بنظرِ استعجاب آپ کی طرف دیکھتے ہیں اور دریافت کرتے ہیں کہ ''ادب کہاں پڑھا؟'' عرض کرتے ہیں ''کہیں نہیں!'' حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ ''آپ کو ادب پڑھنے کی ضرورت نہیں۔''

یہی وہ عربیت کا حد سے بڑھا ہوا ذوق ہے جس کا زورِ تحریر وانشاء آپ کی ہر عربی تحریر میں' خصوصاً اپنے

محبوب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات ”نفحۃ العنبر فی حیات الشیخ الانور“ میں آفتاب نصف النہار کی طرح عیاں ہے۔

۴:......اور یہی وہ عربی تحریر وتقریر کا زور ہے جس کی بنیاد پر مصر، شام وحجاز کے اہلِ علم واہلِ قلم سے اپنا لوہا منوایا اور یہ کہنے پر مجبور کیا: یا شیخ لست ھند یابل انت عربی تخفی نحلک العربی لمصلحۃ۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ قلم برداشتہ اعلیٰ درجہ کی عربی لکھتے تھے اور شعر کہتے تھے۔ مادری زبان پشتو کے بعد سب سے آسان زبان عربی تھی، تحریر میں بھی اور گفتگو میں بھی۔ عرب آپ کو عربی میں بے تکلف گفتگو کرتے دیکھتے اور زبان کی روانی اور عربی لب ولہجہ دیکھ کر آپ کا منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ بقول شاعر:

ٹک ٹک دیدم دم نکشیدم

ایک اخبار کے دفتر میں ڈاکٹر طٰہٰ حسین طنطاوی سے ملاقات ہوجاتی ہے، ان کی تفسیر جواہر القرآن پر فصیح عربی میں ایسی مدلل تنقید کرتے ہیں کہ موصوف یہ کہہ کر کانک ملک نزل من السماء لھدایتی اپنا پیچھا چھڑاتے ہیں۔ آپ سمجھتے ہیں یہ سب کچھ کیوں تھا؟ یہ سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمان بنانے کی تیاریاں تھیں۔

نبوغ علمی

حضرت مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے نبوغِ علمی کے ثبوت میں چند واقعات درج ذیل ہیں:

ا:......کابل میں والد بزرگوار کے ہمراہ قیام کے زمانہ میں ہدایہ اخیرین جیسی چوٹی کی کتاب (جس کے متعلق حضرت الشیخ الانور نور اللہ مرقدہ نے بارہا درس میں فرمایا ہے کہ اگر کوئی مجھ سے ہدایہ کا ایک صفحہ لکھنے کے لئے کہے تو نہیں لکھ سکتا اور فتح القدیر کے اگر دس (فرمایا یا بیس) صفحے لکھنے کے لئے کہے تو قلم برداشتہ لکھ سکتا ہوں)۔ حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ قاضی، محکمہ مرافعہ کابل کے درس میں سن لینا کافی ہوتا ہے، مسائلِ قضاء میں مشکل ترین مسئلہ ”شروطِ دعوٰے“ ہیں، اسی درس میں سماع کے بعد آپ کو ایسی مستحضر تھیں کہ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے: مجھے اب تک یاد ہیں۔

دقت نظر اور حل مشکلات

۲:......محبوب شیخ نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں قیامِ کشمیر کے دوران حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں علمائے کشمیر کی دو متخاصم پارٹیوں کی طرف سے مرافعہ پیش ہوتا ہے ”قتما“ کے لئے جس درجہ میں تحقیقِ واقعہ کی

ضرورت ہے وہ میسر نہیں ہے، اور نہ ہو سکتی ہے، حضرت شیخ حیران ہیں، کیا کریں کہ عزیز شاگرد رشید بطور مشورہ عرض کرتا ہے۔

''آپ قاضی کیوں بنتے ہیں اور قضا کی ذمہ داری اپنے سر کیوں لیتے ہیں۔ مفتی بنئے اور بطرز افتاء جواب دیجئے۔''

حضرت شیخ کی پریشانی ختم ہو جاتی ہے۔ **کانما انشط من عقال** اور ہونہار شاگرد کو چند علمی اور فقہی نکات بتلاتے اور ہدایات دیتے ہیں اور فتوے کا جواب لکھنے کا حکم دیتے ہیں۔ مولانا شیخ کے حکم کی تعمیل میں قلم برداشتہ جواب لکھتے ہیں اور حضرت شیخ کے سامنے پیش کرتے ہیں اور وہ ایک حرف میں بھی تغیر و تبدل یا ترمیم و اضافہ نہیں کرتے اور دستخط فرما دیتے ہیں۔

یہ واقعہ حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے تفقہ نفس، دقتِ نظر اور حلّ مشکلات کی اہلیت کا بیّن ثبوت ہے۔

حقائق و معارف کا ذوق

۳:...... حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے درس مؤطا میں پہلی مرتبہ حاضر ہوتے ہیں اور سبق سنتے ہیں، اثناء درس میں عالمِ مثال کا ذکر آ جاتا ہے، عرض کرتے ہیں:

''شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں عالمِ مثال کی جو تحقیق فرمائی ہے آپ کا بیان اس سے مختلف ہے۔''

شیخ رحمۃ اللہ علیہ یہ اعتراض سن کر تحیر آمیز تعجب سے آپ کو دیکھتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں:

''جی ہاں! حضرت شاہ صاحب سے اس مقام پر غفلت ہوئی ہے۔ خود انہوں نے اپنی فلاں کتاب میں یہ کہا ہے۔''

اور اس کے بعد حضرت استاذ اہل اور لائقِ خطاب مخاطب کو دیکھ کر عالمِ مثال پر ایک محققانہ مبسوط تقریر فرماتے ہیں۔

اس واقعہ کے بعد ہی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اس ثاقب الرائے تلمیذ کو اس کی درخواست کے مطابق اپنے سے ملحق فرما لیتے ہیں اور صدر شیرازی کی کتاب ''**اسفارِ اربعہ**'' میں سے ''**ضرب الخاتم**'' کے حوالے نکالنے اور عبارتیں نقل کرنے کا کام سپرد فرما دیتے ہیں اور جب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب شروانی ملاقات کے لئے آتے ہیں اور مولانا بنوری کو کام کرتا دیکھتے ہیں تو شیخ نور اللہ مرقدہ ان سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

''یہ صاحبِ سواد ہیں، حضرت آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔'' ''اسفار اربعہ'' سے ضرب

الخاتم کے حوالے نکالنے کا کام میں نے ان کے سپرد کیا ہے‘‘۔

۴:...... محبوب شیخ کی عقیدت ومحبت اب عشق وجنون اور دیوانگی وشوریدگی سے تبدیل ہوجاتی ہے اور بلاشرکت غیرے خدمت ومصاحبت کی لگن اس درجہ پر پہنچ جاتی ہے کہ حضرت شیخ بغرضِ آرام وتبدیل آب وہوا کچھ دنوں کے لئے کشمیر جانے اور آرام کرنے کا فیصلہ فرماتے ہیں‘ یہ عاشقِ زار حضرت مولانا عزیز گل صاحب مدظلہ (جو اس زمانہ میں دیوبند میں مقیم تھے) کی خدمت میں دیوانہ وا حاضر ہوکر عرض کرتا ہے:

’’آپ کسی بھی طرح حضرت شیخ سے اجازت حاصل کرلیجئے کہ مجھے بطور خادم اس سفر میں اپنے ساتھ رکھیں۔‘‘

مولانا عزیز گل صاحب آپ کی طلب صادق کو دیکھ کر حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے مخصوص انداز میں عرض مدعا کیا اور اجازت حاصل کرلی‘ چنانچہ اوائل یا وسط رمضان میں محبوب ومخدوم شیخ کے ہمراہ کشمیر پہنچ گئے اور تقریباً چار ماہ وادئ کشمیر کے مرغزار اور سبزہ زار خطہ میں قیام رہا۔

بہترین صحت افزاء مقام، پاکیزہ خوراک اور خوشگوار موسم اور چڑھتی جوانی، انیس بیس سال کی عمر مگر دیوانگی کا یہ عالم کہ پورے زمانہ قیام میں صرف گیارہ بجے سے دو بجے تک چوبیس گھنٹے میں صرف تین گھنٹے زمین پر سوتے اور بغیر کسی کے اٹھائے اور بغیر الارم کے جہاں بستر پر شیخ کے بیدار ہونے کی حرکت محسوس کرتے‘ فوراً آنکھ کھل جاتی‘ شیخ پان کھا کر استنجے کے لئے تشریف لے جاتے اور واپس آنے تک یہ شوریدہ سر دیوانہ خادم آگ جلا کر محبوب شیخ کے وضو کے لئے پانی گرم کردیتا‘ ایک دن شیخ کے بیدار ہونے سے کچھ پہلے اٹھ کر پانی گرم کرنے لگے کہ شیخ بیدار ہوئے، دیکھ کر فرمایا۔ ’’یوسف شاہ! آپ بھی عجیب ہیں۔‘‘

اس چار ماہ میں بلاشرکت غیرے خدمت ومصاحبت کے عرصہ میں حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی علوم ومعارف اور حقائق ودقائق کی تشنہ اور بے قرار روح نے اپنے محبوب شیخ امام العصر نور اللہ مرقدہ کے تمام تر علوم ومعارف، حقائق ودقائق اور اسرار ورموز کو اس طرح اپنے اندر جذب کرلیا، کہئے چوس لیا، جیسے ریگزار زمین موسلا دھار بارش کے ایک ایک قطرہ کو پی جاتی ہے۔ قوتِ حافظہ اور یادداشت کا یہ عالم ہے کہ جو بات بھی جس زمانہ میں، جس مقام پر اور جس وقت فرمائی‘ برسہا برس گزرجانے کے بعد زمانہ، مقام اور وقت کے تعین کے ساتھ لوحِ ذہن پر نقش کالحجر تھی۔ غایتِ محبت کی وجہ سے نہ صرف وہ بات بلکہ اپنے محبوب شیخ کا اندازِ تکلم، لب ولہجہ، گفتگو میں غنہ اس طرح ادا فرماتے کہ اگر پس پردہ یا پس دیوار نقل کررہے ہوں تو جس شخص نے شیخ نور اللہ تعالیٰ مرقدہ کی گفتگو تلمذ کے زمانہ میں سنی ہو، وہ یقیناً یہی محسوس کرے گا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ بول رہے ہیں۔ اس چار مہینے میں شیخ کی خدمت کے علاوہ آپ کے صرف دو کام تھے۔ ایک ’’اسفار اربعہ‘‘ کے حوالے نکالنا۔ یہ

اتنا مشکل کام تھا کہ ایک دن آپ نے عرض کیا:

''سیف اللہ شاہ دن بھر بے کار رہتے ہیں، ان سے فرمادیجئے کہ میرے ساتھ کام کریں۔''

شیخ فرماتے ہیں:

''جو کام آپ کررہے ہیں، سیف اللہ ایک دن کرے تو چیخ اٹھے۔''

دوسرا کام تھا محبوب شیخ کے پرنور چہرے کو دیکھتے رہنا' کچھ فرمائیں تو شیریں گفتگو سے لطف اندوز ہونا۔ اول الذکر کام علمی تربیت تھی اور دوسرے کام سے محبت کو جلا دینا مقصود تھا کہ ان ہی دونوں اہلیتوں کی تکمیل پر حاملِ علوم شیخ بننا موقوف تھا۔ واللہ **یفعل مایشآء ویحکم مایرید۔**

چونکہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے علوم ومعارف کا اپنے شیخ نوراللہ مرقدہ سے اخذ واستفادہ دوسرے طریقہ پر کیا تھا اور اس طریقہ میں شیخ وتلمیذ کے روحانی اتحاد اور روحانی انصباغ کا منتہائے کمال پر پہنچ کر آخذ اور ماخوذ منہ کے ادراکی قویٰ اور سوچنے سمجھنے کے طریقے بالکل ایک ہوجاتے ہیں' اس لئے امام العصر حضرت مولانا انورشاہ نوراللہ مرقدہ کے اگلے پچھلے تمام تلامذہ اور مستفیدین میں ان کے علوم ومعارف کے حامل صرف مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ کے کلام کا ایجاز اور ایماء بلکہ اغلاق بھی کبھی آپ کے لئے مانع نہ ہوتا تھا، بلکہ شیخ کے موجز' مختصر اور چیستاں قسم کے کلام کو اپنی عبقریت کے ذریعہ پوری وضاحت وتفصیل کے ساتھ بیان فرماکر اسے قابلِ فہم ولائقِ استفادہ بنادیتے تھے' چنانچہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی ''**معارف السنن**'' اس کا زندہ ثبوت ہے۔ یہ کتاب جن حضرات کے زیرِ مطالعہ ہے' وہ قدم قدم پر **وتفصیل اطرافه علی ضوء ماافاده امام العصر...... مأخذ هذه الفائدة من کلام الشیخ فی مشکلات القران بتوضیحات و زیادات من الراقم** ۔ یا اسی قسم کے الفاظ میں شیخ سے استفادہ کا حوالہ دیتے ہیں اور تفصیل وتوضیح کو انتہائی انکساری کے ساتھ اپنی طرف منسوب فرماتے ہیں۔

اس لئے اسی کتاب معارف السنن کو دیکھ کر میں تو یہ کہنے پر خود کو مجبور پاتا ہوں کہ حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ امام العصر نوراللہ مرقدہ کے علوم ومعارف اور طرزِ درس کو نہ صرف محفوظ وزندہ رکھنے کے لئے' بلکہ ان کے موجز ومغلق اور ناقابلِ استفادہ تحقیقات کو شرح وبسط کے ساتھ بیان کرکے علماء اور طلباء کے لئے آسان اور قابلِ استفادہ بنانے کے لئے ہی پیدا فرمایا تھا' اور یہی سب سے بڑی مزیت وخصوصیت بلکہ سعادت اور حسنِ عمل ہے' جس سے اللہ جل شانہ نے حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو نوازا اور سرفراز فرمایا۔

ویسے تو میرے اس بیان کے ثبوت کے لئے معارف السنن کی چھ جلدیں جو کہ تقریباً تین ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں' کافی ووافی ہیں' لیکن جی چاہتا ہے کہ حضرت مولانا بنوری کے چند جملے معارف السنن کے ادیبانہ

تعارف کے لئے نقل کردوں۔ فرماتے ہیں:

”فھذہ ھی معارف السنن، وماادراک ما معارف السنن؟ شرح لأنفاس امام العصر، المحدث الکبیر الکشمیری رحمۃ اللہ علیہ فی دروس جامع الترمذی، و توضیح لامالیہ، وجمع دررہ المبعثرۃ فی مذکراتہ، وتالیفہ بتعبیر قاسیت فیہ العناء، وترتیب طال لاجلہ الرقاد، واستیفاء لکل موضوع من غرر النقول، عثرت علیھا بعد بحث طویل، ولم نعرج فی طرق وابحاث مفروغۃ فی کتب العلوم وتسوید اوراق فی تعدیل الرواۃ وجرحھا، مایکفی فی مثلہ تھذیب التھذیب وتقریب التھذیب، الا مادعت ھناک حاجۃ، ولاحول ولا قوۃ الاباللہ العلی العظیم“۔ (معارف السنن، ج ٦ ص ٥٣٥ تا ٥٦٤)

ترجمہ:... ”پس یہ ہے معارف السنن، اورتم کیا جانو کیا چیز ہے معاف السنن؟ امام عصر اور محدث کبیر کے جامع ترمذی کے درس میں فرمودہ کلماتِ طیبہ کی تشریح ہے اوران کے املا کردہ الفاظ قدسیہ کی توضیح ہے اوران کی یادداشتوں اور تصانیف میں بکھرے ہوئے موتیوں کو یکجا جمع کردینے کی کوشش ہے، ایسی واضح تعبیروں میں جن کے لئے میں نے شدید مشقتیں اٹھائی ہیں اور راتوں کی نیندیں حرام کی ہیں اور طویل تلاش وجستجو کے بعد ہر موضوع پر شاندار نقول کو ایک جگہ جمع کرکے اس کا حق ادا کیا ہے“۔

اور کتبِ علومِ حدیث وفقہ میں جو امور طے کردیئے گئے، ان کی طرف ہم نے مطلق توجہ نہیں کی۔ علی ہذا رواۃ کی جرح وتعدیل میں بھی۔ جن کی تحقیق کے لئے تہذیب التہذیب اور تقریب التہذیب جیسی کتابیں کافی و وافی ہیں، ہم نے اوراق سیاہ نہیں کئے بجز ان مقامات کے جہاں ضرورت محسوس کی“۔

خاص کمال

حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خاص مزیت اور کمال ”تلخیص“ ہے، چوٹی کے مصنفین و محققین کے صفحات میں پھیلے ہوئے مباحث کو سطروں میں اس خوبی کے ساتھ تلخیص فرماتے ہیں، جیسے ماہر ”دواساز“ عرق کشید کرتے ہیں یا عطر ساز ”روح“ کشید کرتے ہیں، یا آج کل ماہرین ہر چیز کا جوہر نکالتے ہیں۔ حجم نہایت مختصر، تاثیر اور کارکردگی بے حد قوی۔ اسی طرح پوری کتاب معارف السنن میں اس کے نمونے جابجا پائیں گے، اگر یہ ملکہ تلخیص آپ کو حاصل نہ ہوتا اور آپ اس کو استعمال نہ فرماتے تو کتاب کا حجم تگنا چوگنا ہوجاتا، یا صرف نامِ کتاب اور صفحہ پر اکتفاء کرنا پڑتا، جیسا کہ امام العصر نوراللہ مرقدہ نے اپنی تمام تصانیف میں کیا ہے، کتابیں اکثر نایاب یا کمیاب ہوتی ہیں، ان تک رسائی عام حالات میں ہر قاری کو نصیب نہیں ہوتی، لامحالہ قاری محولہ مضمون کے لئے ترستا رہ جاتا ہے اور استفادہ سے محروم رہتا ہے، اور مصنف صرف اطلاع کے لئے من شآء فلینظر کہہ کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ حضرت مولانا بھی من شآء فلیرجع فرماتے ہیں، مگر تصدیق واطمینان کے لئے۔

چنانچہ جلد سادس کے آخر میں جہاں معارف السنن کی خصوصیات بیان فرمائی ہیں، اس تلخیص کے دونمونے بھی پیش کیے ہیں، محولہ کتاب کی اصل عبارت بھی نقل فرمائی ہے اور اس کا خلاصہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے کہ حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ایک خواب بیان فرمایا تھا کہ میں نے شیخ کو کسی کمرہ میں (یا حجرہ میں فرمایا) بیٹھا دیکھا، شیخ کے سامنے ٹوٹے پھوٹے برتنوں کا ایک ڈھیر پڑا ہوا تھا اور آپ کچھ متاسف سے بیٹھے ہوئے اسے دیکھ رہے ہیں۔ میں سامنے بیٹھا ہوا ہوں اور شیخ کی اس حالت کو دیکھ کر کہتا ہوں کہ:

''حضرت آپ کے اس ڈھیر کی وارث تو آپ کی اولاد ہے، لیکن آپ کے علوم و معارف کا وارث میں ہوں۔''

تو ایسا محسوس ہوا ہے کہ شیخ ندامت سے سر جھکا لیتے ہیں۔

یہاں تک تو صرف حدیث تک مولانا کے کارنامے کا بیان تھا۔ حضرت شیخ نور اللہ تعالیٰ مرقدہ کی علوم قرآن سے متعلق کتاب مشکلات القرآن کی تسہیل کے لئے علوم قرآنی سے متعلق حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے مبتکر خصوصی اصول کو تفصیل سے کتاب کے مقدمہ میں نہایت شرح و بسط سے مولانا نے بیان فرمایا۔ جس کا نام یتیمۃ البیان فی علوم القرآن تجویز فرمایا، مستقل طور پر کتابی صورت میں پہلی مرتبہ مجلس علمی نے شائع کیا تھا۔ اب دوسری مرتبہ مجلس دعوت و تحقیق اسلامی کراچی نے نہایت خوبصورت ٹائپ میں شائع کیا ہے۔

خاتم النبیین

اس (فارسی) کتاب اور اس کا اردو ترجمہ مولوی محمد یوسف لدھیانوی مدیر بینات نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں کیا ہے۔ موصوف سے پوچھئے کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے کلام کو سمجھنا کتنا کٹھن کام اور ''جوئے شیر'' لانے کے مترادف ہے، ایک ایک فقرہ کے لئے گھنٹوں سر پکڑے بیٹھے رہے ہیں۔

اکفار الملحدین

عربی کا اردو ترجمہ مولانا کی نگرانی میں اس کمترین نے تین چار سال کی شب و روز سعی کے بعد (تین مرتبہ کاتب کو لکھنے کے لئے مسودہ دینے کے لئے تیار کیا ہے۔ نظر ثانی کے بعد دوبارہ از سر نو لکھنے کی ضرورت محسوس کی ہے) تیسری مرتبہ کے مسودہ کو مجلس علمی کراچی کو دے دیا اور مجلس نے شائع کر دیا، مگر میں نہیں کہہ سکتا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی مراد کو سمجھ پایا ہوں یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کوتاہیوں کو معاف فرما کر قبول فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ

میری نظر میں

مدرسہ عربیہ اسلامیہ سے تعلق اور وابستگی کے ابتدائی کسی سال میں ایک دن اپنی نشست گاہ میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تنہا تشریف فرما تھے، میں کسی سلسلہ میں حاضر تھا، سلسلۂ گفتگو تو مجھے یاد نہیں، بہرحال میں نے عرض کیا: حضرت! میری آپ سے وابستگی کا راز صرف یہ ہے کہ میں آپ کے آئینہ میں اس محبوب ہستی کا عکس دیکھتا ہوں جس سے مجھے انتہائی محبت ہے۔ حضرت مولانا یہ سن کر خاموش ہوگئے اور حقیقت ہے کہ میں آپ کی بیشتر مجلسوں میں صرف حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی باتیں آپ کی زبان سے سننے کے لئے بیٹھتا تھا، کیونکہ آپ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی باتوں کا ٹیپ ریکارڈ تھے، بالکل اسی انداز اور اسی لب ولہجہ میں بعینہ وہی الفاظ نقل فرماتے جو شیخ کی زبان مبارک سے نکلے ہوتے، بالکل ایسا محسوس ہوتا جیسے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ ہی بول رہے ہوں اور جب تک حضرت مولانا شیخ نوراللہ مرقدہ کی باتیں نقل کرتے رہتے، انتہائی محویت اور کیف وسرور کے عالم میں سنتا رہتا، اور جب آپ کسی دوسرے موضوع پر گفتگو کرتے تو تکدر کے ساتھ بیٹھا رہتا یا اٹھ کر چلا آتا اور جب حضرت مولانا مکان سے آہستہ آہستہ مدرسہ تشریف لاتے اور میں دور سے آپ کو دیکھتا تو بالکل ایسا محسوس ہوتا، جیسے حضرت شاہ صاحب خراماں خراماں تشریف لا رہے ہیں۔

اسی تعلق کی بنیاد پر جب مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی نے جامعہ عباسیہ بہاولپور میں تقرر کے بعد ماہانہ رسالہ بینات کی ادارت سے استعفیٰ دیا اور آئندہ رسالہ پر اپنا نام نہ لکھنے پر اصرار کیا تو سوال پیدا ہوا کہ اب ''مدیر مسئول'' کس کو بنائیں؟ کیونکہ مدیر مسئول کے بدلنے کا ڈیکلریشن بھی بدلوانا پڑتا ہے اور آئے دن ڈیکلریشن نہیں بدلا جاسکتا۔ تو میں نے عرض کیا کہ: اگر آپ ایسے شخص کو مدیر مسئول بنانا چاہتے ہیں جس کا فیصلہ یہ ہو کہ میں مدرسہ سے قبرستان ہی جاؤں گا تو میرا نام دے دیجئے، چنانچہ جب سے رسالہ کا مدیر مسئول میں ہوں۔ باوجودیکہ ادارت کا تمام کام مولانا محمد یوسف صاحب کرتے ہیں، یہ فیصلہ اور عزم حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی دائمی رفاقت کی بنیاد پر ہی تھا، جس کا باعث وہی اشتیاق دیدارِ محبوب اور استماعِ کلامِ محبوب تھا، مگر افسوس کہ وفات کے مرحلہ پر پہنچ کر میں اس رفاقت کے عزم کو نہ نبھا سکا، وہ چلے گئے اور میں رہ گیا، مگر روزانہ قبر پر حاضری دیتا ہوں۔ السلام علیکم یا اھل القبور انتم سلفنا کے بعد وانا انشاء اللہ بکم لاحقون اسی امید پر کہتا ہوں

کہ اللہ کے فضل وکرم سے آخرت میں پھر یہ رفاقت نصیب ہو۔ باقی یہ عہد بدستور ہے کہ زندگی بھر حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار مدرسہ عربیہ اسلامیہ کو سینے سے لگائے رہوں گا اور مدرسہ کے علاوہ کسی بھی دوسری جگہ کام نہ کروں گا، اگرچہ وہاں دنیاوی منافع کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہوں۔

اپنا یہی عہد میں نے تیسرے یا چوتھے سال مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب بانی ندوۃ المصنفین دہلی کے سامنے دہرایا تھا، جبکہ حضرت مولانا آخری عشرۂ رمضان میں مسجد نبوی میں علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں معتکف تھے اور مفتی عتیق الرحمٰن صاحب ان سے ملاقات کے لئے تشریف لائے تھے اور اطلاع ملنے پر میں بھی حاضر ہوا تھا اور مفتی صاحب نے (نہ معلوم کیوں) مجھ سے مولانا کے سامنے دریافت کیا۔

''آپ مولانا کے مدرسہ سے مطمئن ہیں؟'' تو میں نے عرض کیا: نہ صرف مطمئن بلکہ میں نے تو حضرت مولانا سے عرض کیا ہے کہ میں مدرسہ عربیہ سے بس قبرستان ہی جاؤں گا۔''

میرا جواب موصوف نے کچھ عجیب حیرانی سے سنا، اس کے بعد میں اپنی جگہ پر جا بیٹھا۔

والحمد للّٰه رب العالمين والصلوٰة والسلام علىٰ خير البرية سيدنا ومولانا محمد صلى اللّٰه عليه وعلىٰ اله واصحابه وسلم.

''دنیا نے ہزاروں سال محنت کی۔ طرح طرح کے پاپڑ بیلے، اربوں کھربوں دولت ضائع کی، قیمتی جانوں کو خطرے میں ڈالا اور اس کے نتیجہ میں صرف قریب ترین کرّے چاند تک رسائی حاصل کی، اب حق تعالیٰ کا معاملہ اپنے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ دیکھئے اور ان کی بلندئ مراتب کا تصور کیجئے۔ خاتم الانبیاء ﷺ کو ان اسباب وتدابیر، آلات ووسائل کے بغیر جب چاہا، آسمانوں کی سیر کرادی۔ فضا بسیط کا سارا فاصلہ چند لمحوں میں طے کردیا۔ اور آناً فاناً تمام آسمانوں سے اوپر پہنچادیا۔ رفعت انسانی کی تمام حدیں پست رہ گئیں اور ملکوت الٰہیہ کے وہ عجائبات دکھلا دیئے کہ نسل انسانی اسباب کے دائرے میں کروڑوں برس تک تحقیقات پر محنت کرے مگر ناممکن ہے کہ اس کا لاکھواں حصہ بھی حاصل کرسکے۔''

(بصائر وعبر، جمادی الثانیہ ۱۳۸۹ھ)